7/35

هفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۶۱ء

ہدیہ ۲۵ پیسے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

دارالعلوم دیوبند

حکیم سیّد صفی الدین ۔ مہوبا ضلع ہمیر پور

شریعت کے بہتے ہیں دھارے یہاں سے
ملے ناخدا کو کنارے یہاں سے

یہی ہے وہ مرکز کہ منزل کی جانب
چلے ہیں سفینے ہمارے یہاں سے

چلے آئیں پروانۂ سبز گنبد
کریں غائبانہ نظارے یہاں سے

نظر آگئے اُن کو انوارِ وحدت
جو چُن لائے ہیں ماہ پارے یہاں سے

رضا بن گئے حادثاتِ زمانہ
سکوں پا گئے غم کے مارے یہاں سے

تجلّیِ رسالت کی ہے جلوہ افگن
منوّر ہوئے چاند تارے یہاں سے

ابھی جن سے تاریک ہے اپنا گلشن
وہ مِٹ جائینگے نقش سارے یہاں سے

فنا کو نوازا ہے راہِ بقا سے
ملے زندگی کو سہارے یہاں سے

جو بازی لگا کر گرانے کو آئے
وہی دشمنِ دین ہارے یہاں سے

کہیں اور اُلجھے تو مجبور ہو کر
وہی اپنے گیسو سنوارے یہاں سے

گرائے ہیں برقِ تپاں نے چمن میں
بجھیں گے صفیؔ وہ شرارے یہاں سے

★

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

جلد ۷ — ۱۲ر رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۹ر دسمبر ۱۹۶۱ء — شمارہ ۳۵

محکمہ تعلیم و محکمہ جیل خانجات کا منظور شدہ

اس شمارے میں

فون نمبر ۶۷۵۴۵

شرح چندہ

سالانہ۔ گیارہ روپے۔ ششماہی چھ روپے
سہ ماہی۔ تین روپے۔ فی پرچہ ۲۵ پیسے

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

چٹ پر سرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونے کی نشانی ہے

اداریہ

بھارت کے گوا پر حملے اور قبضے کے بہترین نتائج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے سچے اور آخری رسول تھے۔ آپ نے اکثر ان باتوں کی تعلیم دی اور وہ اصول بتائے جو آخری زمانے کے مناسب اور ترقی یافتہ دنیا کے عین مطابق ہیں انسانی مساوات اور عدل و انصاف کا جو معیار آپ نے قائم فرمایا اس کے آگے اشتراکیت جو بیسیوں مفاسد بھی ہمراہ رکھتی ہے۔ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ کمیونسٹوں کو تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد کچھ ترمیمیں کرنی پڑتی ہیں۔ یہ اسلام ہی کا اصول ہے کہ مذہب قبول کرنے کے بعد ہر ملک و قوم اپنی سلطنت باقی رکھ اور چلا سکتی ہے۔ وہ جنگ میں چاہے کسی قوم سے ہو۔ انسانی عزت و حرمت کا لحاظ کرتا ہے۔ بیگناہوں بچوں بوڑھوں اور عورتوں پر تلوار اٹھانے سے روکتا اور امان چاہنے والے کو امان دیتا ہے۔ وہ دھوکا دینے اور دھوکا کھانے کی مخالفت کرکے اعتماد اور اعتبار کا ایک بین الاقوامی معیار قائم کرتا ہے۔ وہ کسی بڑے سے بڑے دشمن سے کئے گئے وعدوں کی خلاف ورزی سے روکتا اور معاہدہ پر پابند رہنے یا صفائی سے اس کے توڑنے کے اعلان کا حکم دیتا ہے۔ وہ بین الاقوامی امن اور سکون و اطمینان سے ایک دوسرے کو جانچنے اور اسلام و کفر میں موازنہ کرنے کے لئے بہترین فضا پیدا کرنے کی خاطر معاہدہ حدیبیہ جیسی شرائط قبول کرنے سے بھی نہیں روکتا۔ وہ ہر امر میں حقیقت پسندی کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ دستخط اور الفاظ کی تبدیلی میں ضد کرکے امن و امان کے مقاصد کو ناکام ہونے کے خلاف ہے۔ وہ ایسے آدمیوں کے مکہ آنے پر معترض نہیں جو مدینہ میں رہنا بار سمجھتا ہو۔ وہ ایسے مسلمان کا جو دل سے مسلمان ہے۔ مدینہ میں سکونت پذیر ہونا لازمی قرار نہیں دیتا۔ جو دل کی گہرائیوں سے اسلام کو قبول کر چکا ہو۔ اس لئے کہ وہ جہاں ہوگا مسلمان ہوگا۔ آج اس گئے گزرے زمانہ میں بھی مسلمان اقوام قول و اقرار کی پابندی میں اوروں سے زیادہ مضبوط حقیقی امور کے قبول کرنے کو بناوٹ پر ترجیح دینے والے ہیں

ہمارا اور بھارت کا ایک نزاع ہے۔ کہ کشمیر کس کا ہے۔ ہم ضد اور ہٹ دھرمی نہیں کرتے اگر عوام کی رائے سے فیصلہ کیا جائے۔ تو کشمیر میں ہم استصواب رائے کے نتیجہ کو قبول کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اگر رئیس ریاست کی رائے پر فیصلہ ہونا اصول قرار پائے۔ تو مہاراجہ کشمیر کی رائے پر ہم کشمیر سے دست بردار ہونے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ بھارت نواب حیدر آباد اور نواب جونا گڑھ کی رائے کے مطابق عمل کرنے پر تیار ہو۔ اگر جغرافیائی پوزیشن پر ہی فیصلہ کرنا ہے۔ تو کشمیر پر پھر پاکستانیوں کا حق فائق ہے

بھارت نے اقوام عالم کو باور کرایا تھا۔ کہ وہ حقیقت پسند ہے۔ چھوٹی اقوام اور کمزور حکومتوں کی حفاظت کا قائل ہے۔ اور یہ کہ وہ حقیقی معنوں میں غیر جانبدار اور صلح پسند ہے۔ امریکہ کا صدر کنیڈی ممکن ہے۔ نہرو کو چچا کہکر پکارتا ہو۔ اور اسی لئے امریکہ پاکستان سے بدرجہا زیادہ امداد بھارت کو دیتا رہا۔

بھارت نے گوا پر حملہ کرکے

اس کو ہندوستان میں مدغم کر لیا۔ اس سے کم از کم ہمیں کوئی صدمہ نہیں پہنچا

اس لئے

(۱) کہ پرتگالیوں کو جو افریقہ میں کالوں کے ساتھ خلاف انسانیت سلوک کر رہے ہیں۔ سبق ملا۔

(۲) یورپین اقوام کو عقل آگئی۔ کہ سامراج کتنی بُری بلا ہے۔ جیسے انہوں نے کمزوروں کو دبوچا تھا۔ ان کو ان سے زیادہ طاقت والوں نے دبوچ لیا۔

(۳) بھارت کے امن پسندی اور کمزور نوازی کے دعاوی کی حقیقت کھل گئی

(۴) برطانیہ کا دماغ درست ہوگیا۔

(۵) امریکہ کی سیاسی تجارت میں نیا اضافہ ہوا۔

(۶) امریکہ و برطانیہ کمزوروں کی اپیلیں درخور اعتناء نہیں سمجھتے تھے۔ امن کی اپیل بھی قابل لحاظ نہ سمجھی گئی۔

(۷) روس نے کھلم کھلا بھارت کی حمایت اور ویٹو استعمال کرکے بھارت کی غیر جانبداری کو بے نقاب کر دیا۔

۸۔ چین نے گوا پر حملے اور قبضے کو برحق قرار دے کر ہم کو زیادہ سوچنے کی دعوت دی

(۹) گوا پر فوج کشی سے ہماری بھی رگ حمیت پھڑکنی شروع ہوگئی اور صدر کشمیر کہہ رہے ہیں۔ کہ پُرامن ذرائع ناکامیاب اور سلامتی کونسل کا انتظار فضول ہے۔ اور ہمارے ایک وزیر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا پیمانہ صبر بھی چھلک سکتا ہے پاکستانی عوام ہیں۔ کہ وہ صحیح علاج جہاد سمجھ رہے ہیں۔ کشمیری باشندے ہیں۔ کہ اپنے بھائیوں کو آزاد کرانے کے لئے بے قرار ہو رہے ہیں۔

(۱۰) اور ہم پر گوا کی فتح کا کوئی اثر نہیں ہے۔

اگر اہل اسلام اللہ تعالٰے پر بھروسہ کرتے ہوئے بھارتی حکومت کی کسی برتری یا طاقت کی پرواہ نہیں کرتے اور موت کو زندگی پر ترجیح دے کر اللہ تعالٰے کی خوشنودی کے لئے کسی بڑی طاقت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ تو گوا کے معمولی سے اضافے سے ہمارے پائے استقلال و عزیمت میں کیا لغزش آسکتی ہے ہم کو پرتگال کے مونڈھے پر بندوق رکھ کر چلانے کی..... ضرورت ہی کیا تھی۔ اور بیچارے پرتگال کی حیثیت ہی کیا تھی۔ ہمیں خود لڑنا اور مرنا آتا ہے ضرورت صرف عقل و تدبیر کی اور اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور سچا مسلمان بننے کی ہے۔

ایک خاص فائدہ جو گوا کے واقعہ سے حاصل ہوا یہ ہے۔ کہ مغربی اقوام کی تنظیموں اور دفاعی معاہدوں کے مفہوم و مطالب پر پورا عمل نہ کرنے کا نتیجہ ان کو اپنی آنکھوں سے نظر آگیا ممکن ہے اس کے بعد یا تو وہ معاہدے خود اپنی موت مر جائیں یا پھر ان پر صداقت سے عمل ہو اور دفاعی معاہدہ کا معنی حلیف سے جنگ میں غیر جانبدار رہنا نہ سمجھا جائے بہرحال ہم کو ناز نخرے۔ عیش و عشرت ناچ۴

۴ رنگ۔ بے حیائی اور بے دینی سے توبہ کرکے اللہ تعالٰے کی طرف جھک کر اس کو راضی کرتے ہوئے اس کی مدد حاصل کرنی چاہئے۔ وما النصر الا من عند اللہ

دعوت

آزاد شیرازی لائل پور

آ! باندازِ دگر تازہ جہاں پیدا کریں — جذبِ فطرت سے زمین و آسماں پیدا کریں
شامِ مشکیں پر یہ تاریکی کے پردے کب تلک — جگمگاتے چاند تاروں کا جہاں پیدا کریں
تربیت جن کی عرب کے ریگزاروں میں ہوئی — پھر وہ جلوے کارواں در کارواں پیدا کریں
عقل پھر محوِ تماشائے خلیلِ عشق ہو — آگ کے شعلوں میں رنگِ گلستاں پیدا کریں
مدتوں تک جو رہی دار و رسن کے گرد و پیش — پھر بہ عنوانِ دگر وہ داستاں پیدا کریں
خضر بن کر بھولے بھٹکوں کو لگا دیں راہ پر — ظلمتِ ہستی میں نورِ کہکشاں پیدا کریں
چاک کر دیں سینۂ پُر داغ دستِ شوق سے — اس گلستاں میں بہارِ جاوداں پیدا کریں
عندلیب و زاغ کی تفریق کر دیں آشکار — فکرِ انساں پر بصیرت کا جہاں پیدا کریں
پھر دلوں کو یاد آجائے پیامِ جبرائیل — کائناتِ عشق کا پھر رازداں پیدا کریں
حُسن کے فردوس کا منظر دکھا کر عشق کو — اس فساد آباد میں دارالاماں پیدا کریں
جن کی پاکیزہ نگاہی کی قسم کھائیں ملک — اُمتِ احمدؐ میں ایسے نوجواں پیدا کریں
قصرِ کسریٰ پر ہو پھر توحید کا پرچم بلند — پھر اخوت کا پرانا وہ سماں پیدا کریں

خضر صورت رہزنوں کی قید سے آزاد ہوں
کارواں کے دل میں احساسِ زیاں پیدا کریں

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۱۲ر رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱ر دسمبر ۱۹۶۱ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا مولانا احمد علی صاحب مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

مال اور اولاد آزمائش ہے

میں آپ سب حضرات کو مغفرت کی خوشخبری سناتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فقط اپنی رضا حاصل کرنے کے لئے مجلس ذکر میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں ہر جمعرات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں کچھ نہ کچھ اصلاح حال کے لئے عرض کر دیا کرتا ہوں۔

وَاعْلَمُوْآ اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ وَّاَنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (سورۃ الانفال رکوع ۳ پارہ ۹)

ترجمہ۔ اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے۔ اور بے شک اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے مال اور اولاد کو انسان کے لئے آزمائش بنایا ہے۔ کہ کون میری مرضی کے مطابق اور کون میری مرضی کے خلاف خرچ کرتا ہے۔ اور اگر انسان اس آزمائش میں پورا اترا۔ تو آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

عام مسلمان قرآن مجید کو متبرک ضرور سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کو جاننے کی کوشش نہیں کرتے اس کا مطلب صرف علمائے کرام ہی جانتے ہیں۔

اب میں آپ کو بتاتا ہوں۔ کہ مال اور اولاد کی آزمائش کس طرح ہے۔ اگر مال کو کارہائے خیر میں صرف کیا تو جنت ملے گی۔

مثلاً مسکینوں۔ اللہ والوں اور غریبوں کو کھلایا۔ ماں باپ۔ رشتہ داروں اور دوستوں کی خدمت کی۔ تو یہی مال جنت میں پہنچانے کا سبب بنے گا اگر مال کو کارہائے بد میں صرف کیا۔ تو دوزخ ملے گی۔

مثلاً مال سے زنا کیا۔ سینما دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدے۔ اور شراب خرید کر پی۔ تو یہ مال دوزخ میں پہنچانے کا سبب ہوگا۔

غرض مال اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق خرچ کیا جائے۔ تو جنت میں پہنچاتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف خرچ کیا جائے تو دوزخ میں پہنچاتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے مال کو آزمائش بنایا۔ اب انسان جس راستے کو چاہے اختیار کرے۔

چاہے تو وہ مال سے والدین رشتہ داروں۔ اللہ والوں۔ مسکینوں وغیرہ کی خدمت کر کے اُن سے دعائیں لے۔ اور جنت کا مستحق بنے۔ یا چاہے اسی مال سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام کرے اور دوزخ کا ٹکٹ خریدے۔

مال ہی جنت میں لے جاتا ہے۔ مثلاً مسجد میں صفیں بچھا دیں۔ جب تک صفیں پھٹے گی نہیں۔ اُس وقت تک تمام نمازیوں کا ثواب صفیں مسجد میں دینے والے کو ہوتا رہے گا اور اُس کے درجات بلند ہوتے رہینگے اس سے یہ نہ مطلب سمجھ لیں کہ اُس کے ذمہ جو نماز ہے وہ معاف ہو جائے گی۔ نہیں۔ اُسے اپنی نماز ہر حال میں ادا کرنی ضروری ہے

مال ہی دوزخ میں لے جاتا ہے۔ مثلاً کئی بدمعاش ایسے ہوتے ہیں۔ کہ وہ کنجریوں کو خوش کرنے کے لئے اُن کو خوبصورت عالیشان مکان بنا دیتے ہیں۔ جب تک وہ مکان زناہ کا اڈہ بنا رہے گا اُس وقت تک اس کو گناہ ہوتا رہے گا۔

خوش نصیب ہیں۔ وہ لوگ جو مال کو صحیح مصرف پر خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں اور بد نصیب ہیں۔ وہ لوگ جو مال کو غلط طریقے پر خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لَا یَزْنِیْ الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ

(زانی زناہ نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ وہ ایماندار ہو)

یعنی زانی زنا کے وقت ایماندار نہیں رہتا۔ بے ایمان ہو جاتا ہے۔

کسی سنجیدہ آدمی سے زناہ ہوگیا اُس نے دیکھا۔ کہ اُس میں سے ایک سفید رنگ کا جانور نکل کر اڑ گیا۔ اور کہہ گیا۔ کہ میں تیرا ایمان تھا۔

اکثر زناہ انسان مال ہی کی وجہ سے کرتا ہے۔

اولاد بھی انسان کے لئے آزمائش ہے۔ اولاد کو جتنا نیک۔ عبادت گزار پرہیزگار۔ یاد الٰہی کرنے والا بنائینگے اُتنے ہی تمہارے درجات بلند ہونگے اور تمہارے اعمال نامے میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ اور یہی اولاد جنت میں جانے کا سبب بنے گی

حدیث شریف میں ہے۔ کہ ایک فوت شدہ آدمی کے اللہ تعالیٰ درجات بلند فرما دیں گے۔ وہ پوچھے گا۔ کہ یا اللہ میرے درجات بلند کیوں ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کہ

تیرے بیٹے نے تیرے لئے دعائے مغفرت کی ہے۔ میں اپنے والدین کے لئے ہر نماز میں دعا کرتا ہوں۔

اگر اولاد کو دیندار نہ بنایا۔ تو یہی اولاد دوزخ میں جانے کا باعث ہوگی۔ اور قیامت کے دن دعا کرے گی۔ کہ یا اللہ ہمارے والدین کو دُگنا عذاب دے۔ ان بے ایمانوں نے ہمیں دین کا راستہ نہ بنایا۔

بعض لوگ بچپن میں اولاد کو زبردستی نماز کا عادی بناتے ہیں۔ بچپن میں اگر نماز پڑھنے کی عادت نہ پڑے تو بڑے ہوکر نماز ایک بوجھ سی بن جاتی ہے۔

اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہر مسلمان کو آسودہ حال بنائے تنگدست کسی کو نہ بنائے آسودہ حالی میں مال کو اپنی رضا کے مطابق صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اولاد کی صحیح تربیت کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

تحیۃ الوضو کی فضیلت

ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت بلالؓ سے فرمایا اے بلالؓ تو اپنے اس عمل کو بیان کر جو سب سے زیادہ امید افزا ہو اور تو نے اسلام کی حالت میں اس پر عمل کیا ہو۔ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تیری جوتیوں کی آواز سنی ہے۔ بلالؓ نے عرض کیا میں نے کوئی امید افزا عمل اس سے زیادہ نہیں کیا کہ جب میں نے کسی قسم کی طہارت حاصل کی۔ یعنی غسل کیا یا وضو کیا یا تیمم کیا دن میں یا رات میں تو اس طہارت سے میں نے نماز پڑھی جس قدر خدا نے مقدر کی تھی (بخاری مسلم)

استخارہ کا طریقہ

جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تمام کاموں میں استخارہ کرنا اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورۃ یعنی نہایت اہتمام سے استخارہ کی دعا تعلیم کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے۔ تو اس کو چاہئے کہ وہ فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نماز پڑھے۔ اور پھر یہ دعا مانگے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ۔ (یا آپ نے یہ الفاظ فرمائے) فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ (یا آپ نے یہ الفاظ فرمائے) فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔ یعنی اے اللہ میں تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں تیرے علم کی مدد سے اور قدرت طلب کرتا ہوں تیری قدرت سے اور چاہتا ہوں۔ تجھ سے تیرا فضل عظیم، تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور میں کسی بات پر قادر نہیں۔ تو جاننے والا ہے۔ ہر چیز کا اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو غیب کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر تیرے علم میں وہ کام جو میں کرنا چاہتا ہوں میرے لئے بہتر ہے۔ دین، معاش (زندگی) اور انجام کار کے اعتبار سے (یا آپ نے یہ الفاظ فرمائے) اے اللہ اگر تیرے علم میں وہ کام جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ میرے لئے بہتر ہے اس دنیا میں اور آخرت میں تو قدرت دے تو اس پر مجھ کو یعنی میرے لئے اس کا انتظام کر اور میرے لئے اس کو آسان بنا دے۔ پھر میرے لئے اس میں برکت عطا فرما اور اگر تیرے علم میں میرے لئے یہ کام بُرا ہے میرے دین زندگی اور انجام کار کے لحاظ سے (یا آپ نے یہ الفاظ فرمائے) اس دنیا میں اور آخرت میں تو میری توجہ کو اس کی جانب سے پھیر دے۔ اور اس کا خیال میرے دل سے دور کر دے۔ اور میرے لئے بہتری کا انتظام کر جہاں کہیں وہ ہو اور پھر مجھ کو اس سے راضی کر۔ اس کے بعد اپنی حاجت بیان کرے۔

نماز حاجت کا طریقہ

عبداللہ بن اوفیٰ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی حاجت خدا سے رکھتا ہو۔ یا کسی آدمی سے یعنی کوئی دینی یا دنیاوی حاجت ہو تو اس کو چاہئے۔ کہ وہ وضو کرے۔ اور اچھی طرح وضو کرے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر خدا کی تعریف کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور پھر یہ دعا کرے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًی اِلَّا قَضَیْتَهَا یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ یعنی خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ایسا معبود جو بُردبار اور بخشش کرنے والا ہے۔ پاک ہے اللہ مالک ہے عرش عظیم کا اور تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں۔ جو دونوں جہان کا پروردگار ہے۔ چاہتا ہوں تجھ سے اے اللہ ایسا عمل کرنا جس کے سبب تیری رحمت کے نزول کا مستحق قرار پاؤں اور چاہتا ہوں وہ عمل جو موجب ہو تیری بخشش کا اور چاہتا ہوں فائدہ پانا ہر نیکی سے اور سلامتی ہر گناہ سے میرے کسی گناہ کو بخشش سے باقی نہ چھوڑنا اور نہ میری کسی مشکل کو باقی رکھ۔ اور میری کوئی حاجت نہ روک جو تیرے نزدیک پسندیدہ ہو۔ اے رحم کرنے والے تمام رحم کرنے والوں کے۔ (ترمذی)

ہاتھ استعمار کا شل ہو رہا ہے ہر طرف
ساری دنیا کے غلام آزاد ہو جانے لگے
دھجیاں تہذیب مغرب کی فضا میں اُڑ چلیں
یہ قبائے زاید المیعاد ہو جانے لگے

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۴ ر رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۲ ر دسمبر ۱۹۶۱ء

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔

اَمَّا بَعْدُ

ایک وقت آنیوالا ہے جبکہ کافر اقرار کریں گے کاش کہ ہم مسلمان ہو جاتے

اس دعویٰ کا ثبوت

قولہ تعالیٰ (رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ) (سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴)

ترجمہ۔ کسی وقت آرزو کرینگے یہ لوگ جو منکر ہیں ۔ کیا اچھا ہوتا ۔ جو ہوتے مسلمان

اس آیت میں مذکور الصدر دعویٰ کا ثبوت نہایت واضح اور روشن ہے

مطلب یہ ہے

کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے جو احکام الٰہی ان کو پہنچائے ۔ وہ محض اس لئے نہ مانتے تھے ۔ کہ لوگ طعنہ دیں گے ۔ کہ یہ لوگ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے ڈرانے سے ڈر گئے ۔ اور ایمان لے آئے ۔ اب جو دوزخ اس انکار کے باعث ان کے سامنے آگیا تو اب اپنے انکار حق پر افسوس کرتے ہیں پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمانے پر انکار اور اب دوزخ کے دیکھنے پر ایمان لانے کا کیا فائدہ ۔ ایمان تو وہ معتبر ہے ۔ جو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمانے پر لایا جائے ۔

پیغمبر کو ایسے نالائقوں کے نظر انداز کرنے کا حکم

قولہ تعالیٰ (ذَرْهُمْ یَاْکُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ) (سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴)

ترجمہ ۔ انہیں چھوڑ دو ۔ کھالیں اور فائدہ اٹھالیں ۔ اور امیدیں لگے رہیں ۔ سو آئندہ معلوم کر لیں گے ۔

یعنی

جب اپنی بد اعمالی کے باعث عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے ۔ کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے پیش کردہ اسلام پر انکار کرنے سے جو مہلت ہمیں ملی تھی ۔ وہ دراصل قعر جہنم میں پہنچانے کے لئے تھی ۔ نہ کہ ہمیں احکام الٰہی کے ماننے سے انکار کرنے کے باعث گرفت الٰہی سے آزاد اور بری کر دیا گیا تھا ۔

بقول شخصے ۔ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

اللہ تعالیٰ کے ہاں احکام الٰہی سے انکار کرنیوالی قوموں کی تباہی کا ایک قاعدہ ہے ، وہ کیا

قولہ تعالیٰ (وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ۔)

(سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴)

ترجمہ ۔ اور ہم نے جتنی بستیاں ہلاک کی ہیں ۔ ان سب کے لئے ایک مقرر وقت لکھا ہوا تھا ۔ کوئی قوم اپنے وقت مقرر سے نہ پہلے ہلاک ہوئی ہے ۔ نہ پیچھے رہی ہے ۔

ان ہلاک ہونے والی قوموں نے اپنے پیغمبر پر یہ الزام لگایا

کیا الزام تھا

(وَقَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۔)

(سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴)

ترجمہ ۔ اور انہوں نے کہا کہ اے وہ شخص مجموعہ احکام الٰہی یعنی کتاب اللہ جس پر اتری ہے ۔ تو دیوانہ ہے ۔

اگر تو سچا ہادی ہے تو

قولہ تعالیٰ (لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۔)

(سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴)

ترجمہ ۔ اگر تم سچے ہو ۔ تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم ماننے سے انکار کرنے کا جو بہانہ بنایا تھا اس کا من جانب اللہ (تعالیٰ) جواب

قولہ تعالیٰ (مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ ۔)

ترجمہ ۔ ہم فرشتے تو فیصلہ ہی کے لئے بھیجا کرتے ہیں اور اس وقت انہیں مہلت نہیں ملے گی

حاصل

یہ ہے۔ کہ عموماً یہی رہی ہے۔ کہ جب کسی قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ اور سارے تفہیم و ہدایت کے راستے طے ہو جاتے ہیں تو فرشتوں کی فوج اس قوم کے ہلاک کرنے کے لئے بھیجی جاتی ہے پھر اس قوم کو قطعاً مہلت نہیں دی جاتی۔ اگر تمہاری خواہش کے مطابق فرشتے بھیجے جاتے ہیں۔

ای مخالفین قرآن

گوش ہوش سے سن لو

قولہ تعالیٰ (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ)

(سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴)

ترجمہ۔ ہم نے یہ نصیحت (یعنی قرآن مجید) اتاری ہے اور بیشک اس کے نگہبان ہیں۔

کفار منکرین قرآن مجید کے لئے

تنبیہ ہے

تمہارے اعراض کی وجہ سے یہ چشمہ فیض (قرآن مجید) نیست و نابود نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے۔

اگر

تم اس قرآن مجید کو نہیں مانو گے تو اور اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے پیدا ہوں گے۔ جو اس کو سر آنکھوں پر اٹھائیں گے۔ اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی برکت سے ان کی دنیا اور آخرت (دونو جہان) سنور جائیں گے۔ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس راہ پر شکرگزار ہوں گے۔ اللھم اجعلنا منھم امین یا الہ العالمین۔

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تسبیح و تحمید کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رض قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْکَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَی اللّٰہُ لِمَلٰٓئِکَتِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ۔ حضرت ابوذر رض کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کون سا کلام بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ کلام جس کو خدا نے فرشتوں کے لئے چن لیا ہے۔ یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

عَنْ جُوَیْرِیَۃَ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِھَا بُکْرَۃً حِیْنَ صَلَّی الصُّبْحَ وَھِیَ فِیْ مَسْجِدِھَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰی وَھِیَ جَالِسَۃٌ قَالَ مَازِلْتِ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ فَارَقْتُکِ عَلَیْھَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَکِ اَرْبَعَ کَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْیَوْمِ لَوَزَنَتْھُنَّ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ۔ حضرت جویریہ رض کہتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت نماز کے ارادہ سے باہر نکلے اور وہ (یعنی جویریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی) اپنے مصلی پر بیٹھی تھیں۔ پھر واپس آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت (دن چڑھے) اور وہ بدستور اپنے مصلے پر تھیں۔ آپ نے پوچھا۔ کیا جس حال میں میں تم کو چھوڑ گیا تھا۔ اسی حال میں تم بیٹھی ہوئی ہو۔ (یعنی مصلے پر بیٹھی ہوئی برابر اس وقت سے ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد تین مرتبہ ایسے کلمے کہے ہیں۔ جن کو اگر تمہاری اس چیز سے جو تم نے شروع وقت سے اب تک پڑھی ہے۔ وزن کیا جائے تو یہ چار کلمے بھاری نکلیں گے یعنی ان کا ثواب تمہارے سارے وقت کے پڑھنے کے ثواب سے زیادہ ہوگا۔ وہ چار کلمے یہ ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضی نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ اور اس کی تعریف کرتا ہوں۔ اس کی مخلوقات کی تعداد کے برابر اور اس کی مرضی کے موافق اور عرش کے وزن کے مطابق اور اس کے کلمات کی مقدار کے مانند۔

لا الہ الا اللہ کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فِیْ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ کَانَتْ لَہٗ عِدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَکُتِبَتْ لَہٗ مِائَۃُ حَسَنَۃٍ وَمُحِیَتْ عَنْہُ مِائَۃُ سَیِّئَۃٍ وَکَانَتْ لَہٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّیْطَانِ یَوْمَہٗ

ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَأْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ان کلمات کو سو مرتبہ دن میں کہے اس کو سوؔ غلاموں کے ثواب آزاد کرنے کے برابر ثواب ملیگا اور سو نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائینگی اور اس کے سوؔ گناہ مٹا ڈالے جائیں گے۔ اور وہ اس روز شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا اور (قیامت کے دن) کوئی شخص اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا۔ مگر وہ شخص جس نے ان کلمات کو اس سے زیادہ پڑھا (اور وہ کلمات یہ ہیں) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ یعنی خدا کے سوا کوئی معبود عبادت کے قابل نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں ہے ملک اور بادشاہی اس کی ہے اور اسی کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سبحان اللہ کی فضیلت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ کہا اس کے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگایا جاتا ہے۔

مولانا محمد عبدالسلام صاحب قاسمی اکبرپوری

دارالعلوم دیوبند

مغربی تاجروں کا ایک جہاز سواحل ہند پر لنگر انداز ہوا۔ تو کچھ آب و ہوا راس آئی کچھ مال کی فراوانی دیکھ کر سیاحوں نے رخت سفر کھول دیا۔ پھر آہستہ آہستہ بیٹھنے کی جگہ پائی۔ تو پاؤں پھیلانے شروع کر دئے۔ کیونکہ روز روز کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے امور سلطنت کی بدنظمیاں دیکھ کر حریص قوم کے منہ میں پانی بھر آیا تھا۔ مگر اس نے جیسے ہی قدم بڑھایا۔ مشرق میں سراج الدولہ اور دکن میں سلطان ٹیپو اس کی راہ میں آڑے آئے۔ حتی کہ جنگ کی نوبت آگئی۔ تو اس عیار قوم نے پلاسی کے مقام پر سراج الدولہ اور دکن میں سلطان ٹیپو مرحوم کو جعفر و صادق کے دام فریب میں لاکر شکار کر لیا۔ اس طرح دکن سے بنگال تک اس کا جھنڈا لہرانے لگا۔ جن کو کل ہی بصد منت سر چھپانے کے لئے شاہ عالم نے دو گز زمین عنایت فرمائی تھی یہ سب کچھ ہوا۔ مگر ہندوستانیوں کو ہوش نہ آیا۔ آخر ان کے آپس کے اختلافات نے دہلی کے راستے بھی ہموار کردئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہادر شاہ کی سلطنت دہلی کے حدود اربعہ تک محدود ہوکر رہ گئی۔ اور فرنگی عفریت اپنی گرفت سخت سے سخت تر کرتا چلا گیا۔

حالات سے تنگ آکر حساس دلوں کو چوٹ لگی۔ ان کے قلب حریت پسند نے کروٹ لی۔ اور مقابلہ کی نوبت آگئی۔ چھوٹے بڑے نواب و راجگان شہنشاہ دہلی کی سپاہ میں شامل ہوگئے۔ حتی کہ اہل اللہ بھی اپنے مٹھی بھر جاں نثاروں کو لئے خانقاہوں سے شاملی کے میدان میں اتر آئے۔ مگر نیرنگی تقدیر کہ دلی راجدھانی پر یونین جیک لہراکر رہا اور ساری کوششیں رائگاں گئیں۔ اسی طرح آج سے اس حکمران قوم کی غلامی کے دن شروع ہوگئے۔

عیسائی گماشتے اور پادری اپنی عیسائیت کی ترویج میں ہمہ تن مشغول تھے۔ ہی اور اسلامی شعار کی تخریب بھی در پردہ شروع ہی ہوچکی تھی۔ کہ اب اسلامی عقائد کا سر بازار..... مذاق اڑایا جانے لگا۔ ادھر جہاد حریت میں حصہ لینے والے علماء دین گولیوں اور سنگینوں کا نشانہ بن کر خاموش ہوچکے تھے۔ یا جو رہ گئے وہ بھیڑیوں کے انتقامات کی زد میں تھے۔

ایسے پر آشوب اور پرفتن دور میں جب اسلامی اعمال و عقائد کے لئے موت و زیست کا سوال تھا اولیاء اللہ کے قلوب میں منجانب اللہ القاء ہوا۔ کہ ہندوستان کے کسی مرکزی مقام پر ایسا دینی ادارہ قائم ہو۔ جو اسلامی عقائد کا علمبردار ہوا۔ اور مسیحیت اور احیاء مسیحیت کا سدباب کرے۔ اس لئے تمام اصحاب باطن بجائے خود یہ سوچنے پر مجبور تھے۔ کہ یہ مدرسہ قائم ہو۔ تو کیسے اور کہاں؟

چند مردان حق آگاہ اُٹھے۔ اور دیوبند کی مسجد چھتہ میں انار کے درخت کے سایہ میں ملا محمود کو بٹھا دیا۔ اور محمود نامی ایک ہی طالب علم سے مدرسہ اسلامی کی ابتدا کر دی ؎

فرشتے سوچتے ہی رہ گئے انجام ہستی پر
دل بیتاب تڑپا اور بنیاد جہاں رکھدی

پھر وہ مرد مجاہد جو شاملی کے جہاد حریت میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب

مہاجر مکی قدس سرہ کے لشکر کا سپہ سالار تھا۔ اور خاندان ولی اللہی کی امانت جس کے سینے میں محفوظ تھی۔ یعنی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ بڑھے اور اس کی زمین کو آسمان بنا دیا۔

پہلے حاجی محمد عابد صاحب علیہ الرحمہ بانئ جامع مسجد دیوبند نے مسجد کے احاطہ میں چند کمرے اسی خیال سے بنوائے تھے۔ کہ طلباء اس میں رہیں گے۔ حقیقت بیں نگاہوں نے چند کمروں کے اس دارالاقامہ پر قناعت نہ کی ...... بلکہ مدرسہ کے لئے شہر کے کنارے ایک ایسی افتادہ زمین خریدی جو شہر بھر کا کوڑا کرکٹ پھینکنے کے لئے مخصوص تھی۔ مگر اس کی نصیبہ وری کے لئے یہ شہادت کافی ہے "مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آتی ہے" کہنے والے اور خوشبو محسوس کرنے والے ہم جیسے کوتاہ نظر نہ تھے وہ مجدد الف ثانی قدس سرہ تھے جن کی نگاہوں نے غیب کے پردوں میں جھانک کر کچھ دیکھ لیا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جہانگیر کے حکم سے گرفتار ہوکر براہ دیوبند دہلی جارہے ہیں۔ چلتے چلتے رک جاتے ہیں ......

...... اور یہ خوشخبری سنا دیتے ہیں۔ گویا تقدیر الٰہی میں اسی سرزمین کے لئے مخزن اسرار شریعت ہونا مقدر ہوچکا تھا۔

حسب اعلان جمعہ کے بعد مشائخ امت صلحائے ملت کے ہاتھوں سنگ بنیاد رکھنے جانے کی تیاری ہے۔ انتظار ہے۔ کہ پہلی اینٹ کس کے متبرک ہاتھوں سے رکھی جاتی ہے۔ عوام کی بیتابی اور بیقراری اور مشائخ پر انتخابی سکوت طاری تھا آخر بنیاد کی خشت اول اس ملکوتی انسان نے رکھی جن کے لئے جنید وقت قطب عالم حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے شہادت دی۔ ہے یہ ایسے شخص ہیں۔ جن کے دل میں کبھی گناہ کا ارادہ بھی نہیں پیدا ہوا۔ یہ قدس صفت انسان تھے۔ حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ

یعنی حضرت مولانا اصغر حسین صاحبؒ کے نانا بزرگوار ؎

کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

اللہ اللہ کتنی بابرکت ہے۔ وہ تعمیر جس کی بنیاد ایسے پاک ہاتھوں نے رکھی تھی۔ کہاں یہ اور کہاں وہ مکان جس کی ابتدا برطانوی ڈپلومیسی کے ایجنٹ گورنر جنرل بہادر نے کی ہو ؎

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

دارالعلوم کی پہلی مجوزہ تعمیر کو عالم مشہود میں لانے کے لئے اکابرین نقشہ نظری تیار کر رہے ہیں۔ کہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ دستِ مبارک سے چھڑی کے ذریعہ عمارت کے لئے زمین پر نشانات ڈال رہے ہیں۔ صبح دیکھا تو جوں کے توں نشانات تھے۔ انہیں نشانات مخطوطہ پر قائم شدہ پر رونق عمارت نو درہ کی شکل میں آپ کے سامنے موجود ہے۔

ایک واقعہ مشہور ہے۔ کہ اپنے آپ کو طالب علم بتلانے والے ایک لڑکے نے گستاخی کرکے کھانا پھینک دیا۔ تو حضرت مولانا رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ اس کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوا۔ کہ واقعتہً وہ طالب علم نہ تھا۔ دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا۔ کہ میرے سامنے جن لوگوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اس مولسری کے کنوئیں سے دودھ دیا تھا ان میں یہ نہ تھا۔ اس لئے مجھے یقین تھا کہ یہ ہمارے مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے۔

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب جیسا عارف باللہ جب اہتمام کا متولی ہو اور مسند صدارت پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہٗ سا ولی کامل ہو۔ جو علوم ظاہری و باطنی کے مجمع البحرین تھے۔ ادھر قطب العالم حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز جیسے مشائخ کی سرپرستی میں جو نہال زندگی کے مدارج طے کرکے علوم و معارف کے

دریا۔ وہ نہ بہائے تو کون بہاویگا

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ کے بعد دارالعلوم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی رہ کی تولیت میں آگیا۔ تو آپ نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر اس خوش اسلوبی سے چلایا کہ مدرسہ کو چار چاند لگ گئے۔ تعلیم و تربیت۔ مالیات و تعمیرات کے ہر گوشے میں مدرسہ بڑھا اور خوب پھلا پھولا۔ آپ کے علمی ذوق اور تحقیق نگاہ کے لئے "تاریخ اشاعت اسلام" آج بھی آپ کی یادگار ہے۔

دارالعلوم کی مسند صدارت پر وہ مجیر العقول ذات گرامی رونق افروز ہوئی جسے قاسم العلوم والخیرات کا صحیح جانشین حضرت گنگوہی قدس سرہما کا سچا لاڈلا کہئے۔ یا شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب برد اللہ مضجعہٗ یہ وہی لڑکا "محمود" ہے۔ جس نے انار کے نیچے بیٹھ کر کل ابجد شروع کی تھی۔ آج شیخ دارالعلوم کی عزت پا رہا ہے۔ وہی شیخ الہند جنہوں نے استخلاص وطن کے لئے ریشمی رومال کی تحریک مرتب فرمائی اور ملک و ملت کے لئے قید و بند کے صبر آزما مصائب برداشت کئے حتیٰ کہ مالٹا کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں بھی جہاد حریت کے ولولے سرد نہ ہوسکے ؎

تو ارادہ پہ رہا اپنے برابر قائم
گردش دہر نے بھی رنگ نہ بدلا تیرا

اگر ایک طرف مسند تدریس پر شرح و بسط بحث و نظر اور علمی موشگافیوں میں لاثانی تو دوسری طرف جادہ طریقت پر رشد و ہدایت کے رموز اور ذکر و فکر کے احوال میں کامل۔ اگر ابنائے جنس میں علوم و معارف کا بحر بیکراں تو میدان حریت میں مظلوم ہندوستانیوں کے سینوں میں آزادی کی آگ لگا دینے والا مرد غازی۔

وہ بیک وقت معلم اسلامیات بھی ہے۔ علم بردار حریت بھی درویش شب زندہ دار بھی ہے۔ تو مجاہد

جاں فروش بھی حتیٰ کہ اسارت مالٹہ کے زمانے میں اعلان حق بھی تھا اور جہاد فی سبیل اللہ بھی۔ تفہیم قرآن کا دور بھی چل رہا ہے۔ اشتغال باللہ اور مراقبۂ باطن کے جام جہاں نما کی گردش بھی ہے ؎

برکفے جام شریعت برکفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

یہ عروج پایا اس مادر علمی کے پہلے سپوت نے مگر اپنی ساری صلاحیتوں کو اس کی آبیاری میں وقف کر دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ یہ زمین باغ و بہار بن گئی۔ کوئی حضرت العلام شاہ انور صاحبؒ کی شکل میں چلتا پھرتا کتب خانہ بن گیا۔ تو کوئی مفتی اعظم کے لقب سے مشہور ہوا کسی کو ہم نے مفکر اعظم علامہ مجذوب سندھیؒ کے روپ میں دیکھا۔ تو کسی کو دنیائے اسلام نے شیخ العرب والعجم کے پر شکوہ خطاب سے پہچانا۔

اس کے بعد اہتمام کا قلمدان حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ کے سپرد کیا گیا۔ آپ نے انتہائی بے نفسی کے ساتھ اس مادر علمی کو پروان چڑھایا اور اس کی ترقی کی کوشش میں وطن کا سفر آخری سفر ہوا ؎

جان ہی دیدی جگرنے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

ادھر حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز نے جو جگہ خالی فرمائی اس پر حضرت مولانا شاہ محمد انور صاحب کشمیری رحمہ اللہ جلوہ افگن ہوئے۔ تو آپ کا درس حدیث بہت مشہور ہوا نوادر علمی اور مباحث علمیہ نے طلباء کو اکناف عالم سے دارالعلوم میں کھینچ کھینچ کر پہنچا دیا۔ اس لئے دارالعلوم بڑھا۔ اور خوب بڑھا۔ لیکن نیرنگی تقدیر نے حضرت شاہ صاحبؒ کو دارالعلوم سے ڈابھیل ضلع سورت میں جا کر ترویج علوم نبوت میں مصروف کر دیا۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے بعد ۱۳۴۵ھ میں خداوند قدوس نے قطب الارشاد حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد المدنی قدس سرہ العزیز کو دارالعلوم کی مسند علم و عرفان پر جلوہ افروز فرمایا۔

یہ وہی ذات ہے۔ جسے والد ماجد کی کشفی نگاہوں نے اپنے مرشد کے حکم سے تعلیم و تربیت کے لئے آفتاب معرفت شیخ طریقت قطب الاقطاب حضرت گنگوہی قدس اللہ اسرارہم کی آغوش شفقت میں پیش کیا تھا۔ اور حضرت مہاجر مکی قدس سرہ العزیز نے اپنی آخری عمر میں اسی کے لئے کہا تھا۔ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ جس نے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہاریں چودہ سال تک لوٹیں اور دنیا عرب نے اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے شیخ حرم جیسا خطاب عطا کیا۔

مالٹہ کا جیل خانہ اُسے بالخصوص اس لئے جانتا ہے۔ کہ اس نے محض اپنے مربی مشفق استاذ کی خدمت کے شوق میں مدینہ منورہ کے آرام و سکون پر قید و بند کے شدید ترین مصائب کو ترجیح دی۔ برد اللہ مضجعہ ؎

خانہ زاد عشق ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں
ہیں گرفتار وفا زنداں سے گھبرائیں گے کیا

پھر تنگنائے مالٹہ میں خورشید معرفت کی ضوفشانی اور آئینہ شفاف کی فیض اندوزی نے سیرت و کردار میں کیا جلا پیدا کر دی۔ اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے ؎

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
وہ آدمی تو ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

۱۹۲۰ء میں مالٹہ سے استاذ محترم کی معیت میں ہندوستان مراجعت فرمائی تو تمام فضائل و کمالات سے آپ کا دامن اتنا بھرا ہوا تھا۔ کہ خود شیخ کامل و مرشد طریقت کے مقام بلند پر فائز تھے۔ بقول قدوۃ السالکین حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ آپ وہ دریا ہضم کئے ہوئے ہیں۔ کہ اس کا ایک جرعہ بھی دوسروں کو بیخود کرنے کے لئے کافی ہے"۔

حضرت شیخ الہندؒ قدس سرہ کے وصال کے بعد سیاسی و روحانی جانشینی کے لائق وہی ذات گرامی ہو سکتی تھی۔ جس نے خدمت کے لئے اسقدر ایثار کیا تھا۔ اس لئے بالآخر دنیا نے جانشین "شیخ الہند" کے لقب سے یاد کیا۔ مگر "شیخ الاسلام" کا صحیح خطاب بھی ان کے جذبات احترام کی کسی قدر تسکین کر سکا۔

اس مادر علمی دیوبند نے آپ کے زیر سایہ عاطفت جو علمی و روحانی مدارج طے کئے۔ وہ روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔

دارالعلوم کی صدارت عظمیٰ پر بڑے بڑے مشائخ عظام اور محدثین کرام جلوہ افروز رہے۔ اور ان کے ادوار میں مادر علمی کے احاطہ میں حدیث نبوی کی شمع برابر فروزاں رہی اور اس پر جانثار پروانے آتے رہے۔ لیکن زمانہ شاہد ہے۔ کہ اس مدنی محدث اعظم شیخ حرم نے جب شمع حدیث روشن کی تو پروانوں کا اس قدر اژدہام ہوا۔ اور دارالعلوم علم و عرفاں کے تابناک قمقموں سے اس قدر جگمگایا۔ کہ دیوبند کی تاریخ نے اس کی نظیر نہ دیکھی نہ سنی ؎

ذرہ ذرہ پر ہے فیضان محدث مرتسم

قصبہ دیوبند نے دارالعلوم کی (۹۴) بہاریں دیکھیں اور جو سرمایہ اس پوری عمر میں جمع کیا اس کی کل تعداد (۶۶۳۰) ہوئی جس میں سے (۳۸۵۶) حضرت شیخؒ کی برکات ہیں۔ بقیہ (۲۷۷۴) تمام دیگر مشائخ رحمہم اللہ کے یا بالفاظ دیگر یوں کہا جائے۔ کہ تقریباً ایک صدی کی پوری کمائی میں نصف سے زائد حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ اسرارہم کا ہے۔ کثر اللہ سوادہم۔

آپ بیک وقت براعظم ایشیا میں دنیائے اسلام کی اس عظیم ترین دینی تربیت گاہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث بھی تھے۔ اور ہندوستان کے اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی جانفروش جماعت جمعیۃ العلماء ہند کے صدر اور رئیس بھی۔

ان تمام علمی مشاغل۔ سیاسی دوڑ دھوپ اخلاقی ترتیبات کی عظیم مہمات کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ انسانیت کی آبرو بھی تھے۔ اور مظلومیت کے پشت پناہ بھی لاکھوں تشنگان علوم و معرفت اور طلبگاراں حق کو جادہ مستقیم پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دیا اور سیکڑوں ضوفگن منارۂ ہدایت کھڑے کر دئے جن کے ذریعہ گم گشتگان راہ بآسانی اپنے مطلوب حقیقی سے وصال حاصل کر سکیں گے

اس عارف باللہ نے دارالعلوم کے درس

کنج عافیت نہیں بنایا بلکہ سیاست کی ہما ہمی میں سرفروش مجاہد کی طرح حصہ لیا۔ اور انگریزی اقتدار کی سنگینوں اور گولیوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر داد استقامت دی ؎

آئین جوان مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

علوم و معارف پہ مائل ہوتا۔ تو سمندر بہا دیتا اور رموز و نکات کی طرف توجہ مبذول کرتا۔ تو شبلی دوراں جنید وقت بن جاتا سیاست کے میدان میں آتا اور مولانا محمد علی اور مہاتما گاندھی سے بھی داد شجاعت لے لیتا۔ خطیب بھی ایسا تھا۔ کہ اس کے آگے مختلف الخیال مفکرین سر تسلیم خم کر دیتے تھے ؎

قلب ہے مرکز انوار تو ایماں ہے روح
جو ہر علم مکمل ہے سراپا تیرا

اور قیدی ایسا کہ جیل خانوں سے خانقاہوں کا کام لے لیتا۔ وہ ایسا شہنشاہ فقر و طمانیت تھا۔ جس کے دستر خوان پہ سینکڑوں شاہ و گدا مہمان ہوتے اور ایک ہی دائرہ میں بیٹھ کر ماحضر تناول کرتے اور بذات خود سب کی میزبانی فرماتا

الحاصل ان چند سطور سے اس جمال جہاں آرا۔ اس حسن عالم افروز اور اس آرائش و زیبائش کا قدرے اندازہ ہو سکتا ہے۔ جو مشاطہ قدرت کے دست فیض بخش نے اس کا کل روحانیت کو عطا فرمایا تھا ؎

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چین بہار تو ز داماں گلہ دارد

۱۹۲۰ء لغایت ۱۹۵۷ء کے سینتیس سال کا ایک ایک لمحہ تقویٰ طہارت ذکر و فکر۔ مراقبہ۔ محاسبہ اشتغال باللہ۔ جہاد فی سبیل اللہ ترویج شریعت ارتقاء اخلاق نبوت۔ اعلاء کلمۃ اللہ۔ احیاء دین۔ مجادلہ باطل۔ ارشاد و تبلیغ۔ درس حدیث اور تفہیم قرآن جیسے عظیم ترین مقاصد میں صرف فرماتے ہوئے ۵؍ دسمبر ۱۹۵۷ء کو اس دنیائے بے ثبات سے رفیق اعلیٰ کی طرف اس طرح تشریف لے گئے کہ رجاء و امید کی مشک بیز چادر اور خوف و خشیت کا تابناک عمامہ جسم اطہر پہ تھا۔ مگر ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شدہ بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اور آیت "قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کی تعمیل میں اپنے آپ کو اتنا کھپایا کہ مادہ تاریخ وفات بنا کر بھی عملی قدم نہ رکا جب تک "فِیْ رَوْضَۃٍ یُّحْبَرُوْنَ" کی خوشخبری نہ سن لی۔

آپ نے دنیا سے منہ کیا موڑا علوم و معارف کا دور ختم کر دیا۔ آج سب کچھ ہے مگر اس ذات گرامی کو آنکھیں ترس رہی ہیں ؎

مدتوں روتے رہیں گے جام و میخانہ کو ہم

مگر زمانہ طالب علمی کے دیکھے ہوئے آستانہ مدنی اور آج کے آستانہ مدنی میں مجھے اتنا فرق محسوس ہوتا ہے۔ کہ حضرت قدس سرہ کسی لمبے سفر پہ تشریف لے گئے ہیں ؎

نہیں ہے پیر میخانہ مگر فیضاں باقی ہے
ابھی تک میکدہ سے بوئے عرفاں نہیں جاتی

صاحبزادہ محترم خلف الرشید حضرت مولانا محمد اسعد صاحب دامت برکاتہم مہمان نوازی۔ تواضع و انکساری و اخلاق ایثار میں شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کے صحیح جانشین ہیں۔ اللہ تعالے صاحبزادہ محترم کو ارشادات مدنیہ کا محرم اخلاص حسینیہ کا نقش کامل اور قطب الارشاد اسیر مالٹا کی زندہ تصنیف بنائے آمین

محمد شفیع عمر الدین (سانگھڑ)

معراج

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝

(بنی اسرائیل آیت ۱)

ترجمہ۔ وہ پاک ہے جس نے راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی ہے۔ تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:۔

"حق تعالےٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات لے گیا مکہ سے بیت المقدس براق پر۔ اور آگے لے گیا آسمانوں پر یہاں اتنا ذکر ہے۔ باقی سورہ نجم میں"

مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کو اسراء کہتے ہیں اور آگے آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں۔ اور گاہے دونوں لفظ مجموعہ پر اطلاق کئے جاتے ہیں۔

(بیان القرآن)

آگے آسمانوں کی طرف جانا اس آیت میں مصرح نہیں ہے۔ گو اشارہ اس کی طرف ہے۔ اور اس سے زیادہ صراحت کے قریب اشارہ سورہ النجم میں ہے۔ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ۝ عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی ۝ یعنی جبرائیل علیہ السلام کو دوسری بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے۔ اور پہلی بار کا دیکھنا اس کے قبل بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی میں مذکور ہوا ہے۔ پس رویت عندالسدرۃ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے۔ کہ رائی اور مرئی دونوں سدرہ کے پاس ہوں گے۔ پھر حدیثوں میں تو اس کی اس قدر تصریح ہے۔ کہ مجال انکار نہیں۔

(بیان القرآن)

جمہور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے۔ کہ معراج بیداری میں جسد کے ساتھ ہوئی۔ (بیان القرآن)

"یہاں صرف یہ بتلانا ہے۔ کہ مذہب راجح یہی ہے۔ کہ معراج و اسرا کا واقعہ حالت بیداری میں بجسدہ الشریف واقع ہوا۔

(حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ)

اسراء نص قرآن سے ثابت ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور معراج احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔ اس کا منکر گمراہ اور بدعتی ہے۔

تحقیق

یہ ہے کہ ایک دفعہ آپؐ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمانوں کے اوپر جہاں تک خدا نے چاہا جاگتے ہوئے جسد عنصری سے تشریف لے گئے ہیں۔

یہی

مذہب ہے جمہور فقہاء اور متکلمین اور صوفیائے کرام کا۔ اور اسی پر احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ اور جسد عنصری سے معراج آپؐ ہی کی خصوصیات میں ہے۔ کسی دوسرے پیغمبر کو یہ شرف عطا نہیں ہوا۔

(حاشیہ خلاصۃ المشکوٰۃ حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی)

بالجملہ صحت کے ساتھ واقعۂ معراج ثابت ہے۔ اور مسلمان اجماعی طور پر اس کے قائل ہیں۔ ہاں زندیق اور ملحد انکار کرتے ہیں۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (الصف ایت ۸)

ترجمہ۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔ اور اللہ اپنا نور پیدا کرکے رہے گا اگرچہ کافر برا مانیں۔

(ابن کثیر)

سواری کے لئے براق

حدیث میں وارد ہے۔ کہ آپ کے پاس ایک جانور لایا گیا۔ جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ اس کا رنگ سفید تھا جسے براق کہا جاتا ہے۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا۔ کہ حد نگاہ تک وہ قدم رکھتا تھا۔ آپؐ اس پر سوار کئے گئے۔ معراج کے مبارک سفر میں آپ پر سوار تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں ساتوں آسمانوں تک گئے۔ آگے جہاں تک خدا نے چاہا گئے

نمازوں کا تحفہ ملنا

معراج کی رات آپؐ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آئے تو آپ نے مشورہ دیا۔ کہ آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ انہوں نے اس سے قبل لوگوں کو آزمایا ہے۔ اور بنی اسرائیل کی اصلاح میں سخت تکلیف اٹھائی ہے۔ آپ اپنے رب کے ہاں لوٹ کر جائیے۔ اور اپنی امت کے لئے نمازوں کی تخفیف کا سوال کیجئے لہذا آپ لوٹے۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کا سوال پورا فرمایا۔ اور پچاس میں دس نمازیں کم کردیں۔

جب آپ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی مشورہ دہرایا آپؐ کے سوال پر دس نمازیں اور کم کر دی گئیں۔

لہذا بار بار کے مشورہ اور اللہ سے سوال کا نتیجہ یہ نکلا کہ روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔

اس پر بھی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپؐ کی امت ان پانچ نمازوں کو بھی نہ نباہ سکے گی۔ آپ لوٹ جائیے اور تخفیف کا سوال دہرائیے۔ اب کی مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے رب سے (بار بار) سوال کیا۔ اب شرم آتی ہے۔

لیکن

میں راضی ہوں۔ اور تسلیم کرتا ہوں۔ جب آپ اس مقام سے گزر گئے تو ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ میں نے (اول) اپنا فرض (پچاس نمازیں روزانہ پڑھنے کا) جاری کر دیا۔ میں نے اپنے بندوں سے تخفیف کردی اور (پچاس کی بجائے پانچ نمازیں فرض کردیں)

یعنی

ثواب اب پانچ پڑھنے والے کو پچاس کا ملے گا۔

نماز دین کا ستون ہے۔ مومن کا نور ہے۔ مومن کے لئے معراج ہے قیامت کے دن سب سے پہلا سوال جو بندے سے پوچھا جائے گا وہ نماز کے بارے میں ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کا قرب اور رضامندی نماز کی بدولت حاصل ہوتی ہے

اس لئے

ہمیں چاہئے کہ سب نمازیں خاص اہتمام کے ساتھ سب ارکان بجا لاکر مسجد میں حاضر ہوکر باجماعت ادا کرتے رہیں۔ جس تحفہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے رضا اور خوشی کے ساتھ تسلیم فرمایا ہمیں اس کی بڑی قدر کرنی چاہئے۔

نجم الدین اصلاحی

تعارف

انبیاء علیہم السلام

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کہ دنیا نے "نبی" اور "رسول" کی تعبیر و تعریف کے لئے عجیب عجیب الفاظ اختیار کئے ہیں لیکن بلاغت قرآنی نے صرف لفظ رسول سے تعارف کرایا۔

هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا

ترجمہ۔ اے پیغمبر کہد یجئے۔ اللہ پاک ہے اور میں بشر رسول ہوں۔

اس جملہ کے اندر وہ سارے دفتر آگئے۔ جو انکار و سرکشی کی ان صداؤں کے جواب میں کہے جا سکتے ہیں۔یعنی میرا یہ دعوی جو کچھ ہے وہ تو یہ ہے۔کہ ایک آدمی ہوں پیام حق پہنچانے والا معلوم ہوا کہ میں رسول ہوں۔ اور مجھ پر خدا نے سچائی کی راہ کھول دی ہے۔ اور میں دوسروں کو بھی اسی راہ پر چلانے آیا ہوں۔ لہٰذا طالب حق ہو تو میرا پیام پرکھ لو میرے پاس نسخۂ شفا ہے۔ کہ نہیں میں صراط مستقیم پر چلا دے سکتا ہوں کہ نہیں میں سرتاپا ہدایت اور رحمت ہوں کہ نہیں؟ میں کسی ریاضت و مجاہدہ سے نبی بنا ہوں۔ یا کہ پہلے سے اللہ کا منتخب شدہ برگزیدہ بندہ اور رسول ہوں؟ میرا انتخاب براہ راست دست قدرت نے کیا ہے۔ یا میں خود رسول بنا ہوں یا قوم نے بنایا ہے؟ میں کسی قومی خدمت کی بنا پر رسول بنا ہوں۔ یا اپنی پاکیزہ سیرت اور اعلیٰ صداقت، خداداد بصیرت اور مشاہدہ غیبی وغیرہ اوصاف سے رسول بنا ہوں؟

اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ

ترجمہ۔یعنی یہ خدا ہی جانتا ہے۔کہ کون شخص اس کا اہل ہے۔ کہ منصب پیامبری پر سرفراز کیا جائے۔

اور اس عظیم الشان امانت الہیہ کا حامل بن سکے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نہ ہرکس و ناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جاسکتا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل کی آیت بالا میں لفظ "بشر" خاص طور پر سمجھنے کی چیز ہے۔ قرآن عزیز نے لفظ رسول کے ساتھ لفظ بشر کو اس لئے جوڑ دیا۔ کہ جو بات منکروں کے دماغ میں کام کر رہی تھی۔ وہ یہی بات تو تھی۔ کہ ایک آدمی جس میں کوئی مافوق انسانیت کرشمہ نہیں پایا جاتا خدا کا فرستادہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اور ہم کیوں اس پر ایمان لائیں۔ معاندین کا ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہی سلوک رہا کہ کیا خدا نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ انہیں معلوم نہیں۔ کہ انبیاء اور رسول نہ تو خدا کے اوتار ہوسکتے ہیں۔ کہ خدائی اس میں حلول کر سکے اور نہ خود خدا ہوسکتے ہیں۔ کہ ہیکل انسانی میں جلوہ نما ہو۔ یہ تو ایک الگ نوع کے لوگ ہوتے ہیں۔ جو اپنے مشاہدہ اور حاسۂ غیبی سے ان علوم و حقائق کو اس طرح حاصل کرتے ہیں۔ جس طرح ہم کو اس عالم کی بہت سی باتوں کے سننے اور دیکھنے کا علم ہوتا ہے۔ کوہ صفا کی مندرجہ تقریر سے دنیا خود فیصلہ کرتی ہے۔ کہ پیغمبر اور غیر پیغمبر میں کیا فرق ہوا کرتا ہے۔

کوہ صفا کی پہلی تقریر

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ پر کھڑے ہوکر قوم سے پوچھا کہ تم نے آج تک مجھے کیسا پایا سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا اور امانت دار پایا۔ پھر آپ نے کہا کہ اچھا اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے عقب میں ایک لشکر پڑا ہوا ہے۔ جو غفلت کی حالت میں تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تو تم اس کو باور کروگے؟ لوگوں نے کہا کہ اس کے یقین نہ کرنے کی ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں۔ اس لئے آپ کی صداقت کا تجربہ ہے۔ اور آپ ایسے بلند مقام پر کھڑے ہیں۔ جہاں سے آپ کو وہ نظر آسکتا ہے۔ جو ہم کو نظر نہیں آسکتا۔ اس اقرار کے بعد آپ نے فرمایا۔ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں۔ کہ اللہ کا عذاب آنے والا ہے۔ اس حقیقت افروز پیغمبرانہ تقریر میں آپ نے پیغمبر کی انہیں دونوں خصوصیتوں کی وضاحت فرمائی۔ ایک اس کی اعلیٰ صداقت اور پاکیزہ سیرت، دوسرے اس کی خداداد پیغمبرانہ بصیرت اور مشاہدہ غیبی جو دوسرے انسانوں کو حاصل نہیں اور جس کی بنا پر دوسرے انسانوں کے لئے اس کی اتباع و فرمانبرداری کے سوا چارہ نہیں رہ جاتا ہے

اسی کے ساتھ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کو بھی ضرور سامنے رکھا جائے اور پھر غور کیا جائے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

هَا أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (آل عمران)

(مفہوم یہ ہے کہ تم نے ان مسائل میں تو بحث کر لی۔ جن کا تم کو تھوڑا بہت علم تھا۔ مگر اب ایسے مسائل پر کیوں بحث کرتے ہو جن کا تم کو کچھ بھی علم نہیں۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے)

آیت بالا میں "فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ" خاص طور پر ایک ایسی حقیقت کی غمازی

کر رہا ہے۔ کہ انسانی زندگی کے کچھ بنیادی سوالات ہیں۔ جن کو نہ تو حیلہ و بہانہ سے ٹالا جا سکتا ہے۔ اور نہ آج تک دنیا کا سب سے اونچا گروہ فلاسفہ اور حکماء اس کا صحیح حل پیش کر سکا ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ کی ہستی کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ سوالات رہ جاتے ہیں۔ کہ اس کی صفات کیا ہیں۔ اور وہ ہم سے کن چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور انسان کا اصلی مقام کیا ہے۔ اور اس کی زندگی کا انجام کیا ہوگا۔ اس عالم کا منتہی کیا ہے۔

یہ اور اس قسم کے صدہا سوالات کے جوابات بدون انبیاء علیہم السلام کے جن کو براہ راست اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ بلا واسطہ وہ اللہ تعالےٰ کی باتوں کو سنتے اور ان کے پاس اللہ تعالےٰ کے پیغام پہونچتے ہیں اور ان کو علم کے قطعی اور یقینی ہونے کا آفتاب نصف النہار کے تابانیوں سے زیادہ علم ہوتا ہے۔ صحیح جواب انہیں کا پیغمبرانہ انداز ہے۔ اور قرآن حکیم "فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ" سے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ پیغمبر سے بحث و حجت کرتے ہیں۔ ان کا جواب صرف یہی ہے کہ جو ہم لوگ دیکھتے اور سنتے ہیں۔ اور لوگ نہ دیکھ سکتے اور نہ سن سکتے ہیں۔ یعنی مابعد الطبیعاتی مسائل جس کو علم الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا صحیح حل سوائے ہماری جماعت اور ہماری تعلیم سے واقفیت کے بغیر کوئی اور ذریعہ معلومات انسانی دسترس کے اندر ممکن نہیں ہے۔ رسول اس سے بالکل بے خبر ہوتا ہے۔ کہ اس کو کل کیا کہنا ہے مگر جونہی وہ منصب رسالت پہ فائز ہوتا ہے۔ اس طرح بولتا ہے۔ گویا کوئی موت کی سرحد سے پار تک دیکھتا ہے۔ اور انسانوں کے ہر گوشہ حیات سے تعلق رکھتا ہے۔

ہزاروں اختلافات رسول کی ذات سے وابستگی کے بعد از خود ختم ہو جاتے اور وحدت انسانی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور رسول کے دامن سے علیحدہ ہوکر وحدت ملی سے اپنے آپ کو دور اور شیرازہ انسانیت کو پراگندگی میں تبدیل ہو جانا پڑتا ہے۔

نبی اور رسول صرف اخلاقی حس ہی کو بیدار نہیں کرتے۔ بلکہ وہ ایک مکمل نظام نامہ عطا فرماتے ہیں اور ان کا ہر حکم مذہب اور اخلاق کی بنیاد بنتا ہے۔ نبی اور رسول ہی انسان کو انسانی شعور بخشتا ہے اور آگاہ خبردار کرتا ہے۔ کہ یہ گردن اور یہ سر صرف خدائے قدوس ہی کے آگے جھکنا چاہیئے۔ کیونکہ ساری کائنات اسی کی جانب سرنیاز جھکاتے ہوئے بندگی کا زبان حال و قال سے اعتراف کر رہی ہے۔ اسی لیئے انبیاء اور رسول کا موضوع بحث موجد کی ذات اور صفات اور اس کے احکام ہیں۔ اور وہ ایک جانب اللہ تبارک و تعالےٰ سے اپنا تعلق رکھتے ہیں۔ اور دوسری جانب مخلوقات عالم سے ان کا رشتہ اور ناتا ہوتا ہے۔ اور وہ علی وجہہ البصیرہ عالم آخرت کی خبر اسی طرح دیتے ہیں۔ جس طرح آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر دنیا میں خبریں دی جایا کرتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ نبی اور رسول کی زندگی اور تمام انسانوں کی زندگی میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ اور ان کے حواس کی جہاں تک رسائی ہوتی ہے۔ اور فلسفی اور حکیم کو اس کی ہوا تک نہیں لگتی ہے

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے نے اسی حقیقت کی نقش طرازی ان الفاظ میں کی ہے ؎

فلسفی کو منکر حنانہ است
واز حواس انبیاء بیگانہ است

انبیاء علیہم السلام کے قلب سلیم اور فطرت سلیمہ میں غیر اللہ کا قطعی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اسی لئے ان کا تعلق غروب اور فانی سے ہوتا نہیں بلکہ باقی ہی اسی صحیح لگاؤ رہتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی اور رسول کوئی اکتسابی چیز نہیں ہے اور نہ وہ ریاضت و مجاہدہ سے بنتے ہیں۔

رسول کی قدرت خاص نگرانی کرتی اور خود ہی تربیت فرماتی اور صفت عصمت سے نوازتی ہے۔

قرآن حکیم "فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا" اور

فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (سورۃ الجن)

سے ان کی عصمت پر حکیمانہ مہر ثبت فرمادی ہے۔ ع

"تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل"

عصمت انبیاء علیہم السلام

انبیاء کرام کی عصمت کا ذکر آیات بالا میں آچکا ہے۔ اور دیگر آیات قرآنیہ سے بھی اور عقلی طور پر ثابت ہو چکا۔ کہ صفت عصمت انبیاء علیہم السلام کے خصایص میں سے ہے اور یہی وہ چیز ہے۔ جو ان کو جملہ بنی نوع انسان سے ممتاز کرتی اور حد فاصل کا حکم رکھتی ہے اس لئے ضروری ہوا کہ "عصمت" کے معنی اور اس کے مفہوم سے لوگوں کو روشناس کر دیا جائے۔ سو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ عصمت کے معنی ہیں گناہ سے اپنے کو روک رکھنا اور............ معصوم وہ ہے۔ کہ باوجود استعداد گناہ کے اور قدرت رکھنے کے اس سے گناہ نہ ہونا۔ یہ بات صرف انبیاء علیہم السلام کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرے کسی اُمتی مجدد، مصلح، ریفارمر، لیڈر اور انقلابی کو یہ مقام رفیع خدا نے بخشا نہیں ہے۔

اس لئے انبیاء علیہم السلام کے مقتدا ہونے میں من کل الوجوہ کوئی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے یہ معصوم حضرات اللہ تعالےٰ کی قائم کردہ حدود کو توڑنے نہیں آتے ہیں۔ بلکہ جوڑنا ان کے نصب العین کا عین تقاضہ ہوا کرتا ہے۔ پس معصیت کا فقدان ہی ان کی صحیح نوعیت کو متعین کرتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اپنی صداقت نبوت کی

ایک وجدانی دلیل قوم کے سامنے پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ جو شخص برسہا برس لوگوں میں زندگی گزارے اور اس کی پوری زندگی قوم کے سامنے ہو جو سچائی اور عصمت سے بھرپور ہو۔ بھلا وہ خدا پر بہتان باندھ سکتا ہے اور یہ جھوٹا دعویٰ کرسکتا ہے۔ کہ میں خدا کا رسول اور اس کا نبی ہوں۔ ہرگز نہیں اس لئے تمام اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک بن چکا ہے کہ "انھم معصومون عن الصغائر والکبائر جمیعًا (الملل والنحل لابن حزم)، مطلب یہ ہے۔ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے معصوم ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ باعتبار عقل ونقل یہ بات طے ہو چکی ہے۔ کہ ہمیشہ اللہ تعالےٰ نے رسالت کے فرایض کی ذمہ داری کے لئے ایسے لوگوں کو منتخب فرمایا ہے۔ جو اس کی تمام مخلوقات میں اخلاق اور تقویٰ کے لحاظ سے بلند مرتبہ رکھتے تھے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَه

اس چناؤ کے بعد اللہ تعالےٰ جس طرح چاہتا ہے۔ اپنے اوامر اور نواہی کی تعلیم دیتا ہے اور جن سے انبیاء واقف نہیں ہوتے انہیں سکھاتا ہے۔ اور تربیت دیتا ہے۔ گویا وہ ہر آن اللہ کے ہاتھوں میں ہوتے اور اس کی نگاہوں میں رہتے ہیں۔ یہ مخصوص نظر خداوندی انبیاء پر ہوتی ہے۔ جو ان کو ہر طرح کی لغزشوں سے بچاتی رہتی ہے۔ اور قبل اس کے کہ ان کا قدم غلط اٹھے۔ اللہ تعالےٰ اس کو روک دیتا ہے اور جب کبھی وہ دشوار گزار راہ کی جانب بڑھ جاتے ہیں۔ تو سنت اللہ یہ ہے۔ کہ جب تک وہ اپنا فرض پورا نہ کرلیں۔ ان کو فرصت نہیں دی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔ اور جو کچھ ان کے اندر پوشیدہ ہے باہر لاتا ہے۔

اسی اصول کے تحت اللہ کو جب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے رسول کو لغزشوں کا سامنا ہے تو وہ آگاہ کر دیتا ہے۔ اور بسا اوقات بانداز عتاب بلند آواز سے روکا جاتا ہے۔ خصوصًا جب کہ وہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ تا کہ وہ متنبہ ہو جائے۔ اور منہی عنہ کو سمجھ لے پیغمبر چونک اُٹھتا ہے۔ اور محسوس کرتا ہے کہ اگر اس وقت اللہ نے مدد نہ فرمائی ہوتی تو خطرہ سامنے تھا۔

وہ شکر اور تذلل کے ساتھ جُھک پڑتا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ جیسے بچہ۔ ماں اس کو ڈراتی دھمکاتی ہے۔ تو وہ اسی کی چھاتی سے چمٹ جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا جھکاؤ نیکی ہی کی طرف رہتا ہے۔ اللہ نے ان کے قلوب کو تمام برائیوں سے پاک کر دیا ہے ان کا قدم بالقصد مرضیات الہٰی کا پابند ہوا کرتا ہے۔ اگر کبھی افراط کی طرف ان کا قدم بڑھتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کو حق اور اعتدال کی طرف موڑ دیتا ہے یہ اس لئے کہ پیغمبر ہی اپنی امت کے لئے اصل اور بنیاد ہے۔ گویا امت اسی کے چشمہ فیض اور اسی کی طبیعت کے نمونہ پر ڈھلتی ہے اسی لئے تمام امت اس کی ہر چھوٹی بڑی بات کے اقتدا اور پیروی پر مامور کی گئی ہے۔

اب اگر پیغمبر کے فعل میں افراط کا شائبہ ہوگا۔ تو اس سے تمام امت پر بے راہ روی کا اثر پڑ جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام کے افراط کا یہ سبب بھی ہوا کرتا ہے کہ وہ لوگوں کے باطن کا علم جیسا چاہئے نہیں رکھتے۔ تاہم پیغمبر لوگوں کی اصلاح سے نا امید نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ امت کے پیچھے ایک جاںنثار دوست اور شفیق طبیب کی طرح لگا رہتا ہے۔ ہاں جب خدا کی طرف سے ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ تو وہ اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ نبی امت کی سرکشی سے مایوس تو ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے اس کو سدھرنے کی خواہش ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ دلوں کے بھید سے خوب واقف ہے۔ نبی کو بعض اوقات کسی جماعت سے اعراض کا اور کسی مخصوص جماعت پر برابر دعوت و تبلیغ کو جاری رکھنے کا حکم دے دیا کرتا ہے۔

ماحصل یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالےٰ نبی کو اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ کبھی اللہ تعالےٰ نبی کو اپنی رحمت کے غیر جگہ کرنے کے روک لیتا ہے۔

اور کبھی اس کو صبر اور شدائد کے برداشت کا خوگر کر دیتا ہے پہلی صورت پر عتاب اس کے کمال رحمت کی دلیل ہے۔ اور دوسری حالت کا عتاب اللہ تعالےٰ کے کمال غیرت پر مبنی ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں حالتیں ہوائے نفس وغیرہ سے پاک ہیں۔ تفصیل کے لئے (تفسیر سورہ عبس فراہی ملاحظہ ہو)

انہیں باتوں کے ساتھ سورہ یوسف میں جو یہ فرمایا گیا۔

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ۔ تو یہاں پر جو لفظ مخلص آیا ہے۔ وہ قرآنی اصطلاح میں لفظ عصمت کے مفہوم میں ہے۔ اسی لئے یہ لفظ مخلص صرف اُنہی کے لئے آیا ہے۔ جس کا ذکر آیت مذکورہ میں ہے۔ یعنی انبیاء کرام اللہ کے مخلص بندے ہوتے ہیں۔ جو تمام بُرائیوں اور فواحش سے پاک وصاف رکھے جاتے ہیں۔ اور معصوم ہوتے ہیں۔ عصمت انبیاء علیہم السلام کے لوازم ذاتیہ میں سے ہوتی ہے۔ جو انہیں زندگی کے نازک سے نازک موڑ میں منار کا کام دیتی ہے۔ صبر رُبا حالتوں میں یہی عفت وعصمت انبیاء کو ذرا بھی تزلزل ہونے نہیں دیتی پہاڑوں کو جنبش ہو جائے مگر انبیاء کرام کی سیرت کبھی حوادثات سے نہ تو مرعوب ہوتی ہے۔ اور دنیا کی تاریخ میں ان کے ان اوصاف و کمالات میں کبھی فرق محسوس ہوا ہے۔

انبیاء کی بے داغ سیرت پر کبھی کوئی دھبہ لگ نہیں سکا۔ وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ ان حضرات کو پہلے

ہی دن سے صبر عزم، اعتماد علی النفس اور توکل علی اللہ کی لازوال دولت اور غیر معمولی روح ان کے پائے ثبات میں لغزش ہونے نہیں دیتی تاریخ پیغمبریت کا یہ بڑا ہی دردناک حادثہ ہے۔ کہ دنیا نے ان کے ساتھ عجیب انسانیت سوز معاملہ کیا۔ کسی کو قتل کیا۔ کسی کو عمر بھر کے سوا کوئی ماننے والا اور ساتھ دینے والا نہ ملا۔ کسی کو وطن سے نکالا گیا، ان کی باتوں اور ہدایات کے ماننے سے انکار کیا گیا۔ مگر یہ دھن کے پکے اور عزم و ارادہ کے غیر متزلزل پہاڑ اپنے کام سے نہ پھرے اور نہ اپنی جگہ سے ٹلے بلکہ انہیں مفسدین کی خاطر اپنا نقصان کیا گھر بار لٹا دیا پوری زندگی سچائی، شرافت، پاکبازی، بلند خیالی اور اعلیٰ درجہ کی انسانیت وغیرہ کے اوصاف کو ظاہر کرکے بتا دیا۔ کہ اے آنکھوں سے دیکھنے والے مگر دل کے اندھو تم پہچان جاؤ کہ ہم اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ نے جس طرح تمہاری ہر طرح کی ضروریات زندگی کا سامان بہم پہونچایا۔ اور جسم کے راحت و آرام کی چیزیں فراہم کردیں۔ میں اسی طرح تمہاری روح جو فی الحقیقت تمہارے دنیا و آخرت کی زندگی کی بنیادی چیز ہے۔ اور جس کے بغیر آدمی آدمی نہیں کہا جاتا بلکہ مردہ اور لاشہ بے جان ہوتا ہے۔ اس کی خرابی پر ساری زندگی کی خرابی اور اس کے اچھے رہنے پر دونوں جہاں کی کامرانی کا انحصار ہے۔ ہم ہی اس کے محافظ اور روح کی جملہ خرابیوں کے معالج اور مصلح ہیں۔ ہمارے گروہ کے اندر جو صفات ہیں۔ وہ اکتسابی نہیں ہیں اور نہ وہ تعلیم و تربیت سے حاصل ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ وہ صلاحتیں اور قابلیتیں اللہ تعالیٰ کا دین ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی حکمت سے یہ سب باتیں عطا کر دیتا ہے۔ وہی انسان اللہ کی مرضی اور اس کے منشا کے مطابق خدا کا راستہ بتانے پر مامور ہوکر آتا ہے۔

غور کرنے کی جگہ ہے۔ کہ اس دنیا میں انسان خود کس کے لئے ہے اور انسان کو دنیا میں یہ سامان کس نے دیا؟ اور اس کی مرضی کیا ہے؟ یہ سب سے اہم ضرورت انبیاء ہی کے ذریعہ پوری ہوسکتی ہے۔ اور یہی وہ اوصاف اور مابہ الامتیاز کمالات ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے ابھرے ہوئے نشان اور علامات ہیں۔ جو اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہیں۔ کہ زندگی کی مکمل توجیہ وحی اور پیغمبروں کی بصیرت کے بغیر ممکن نہیں ہے

انبیاء علیہم السلام جس پاک و صاف چشمے سے سیراب ہوا کرتے ہیں۔ اور ان کا سررشتہ جس مرکز اور منبع سے ہوا کرتا ہے۔ اس کا خاصہ یہ ہے۔ کہ جو بھی اس چشمہ حیات اور آب حیات سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ وہ دیوانگی سے فرزانگی بہیمیت سے ملکیت اور شیطنت سے انسانیت تک پہونچ جاتا ہے۔ اس کے اخلاق سدھر جاتے ہیں۔ اور اس کا مذہبی ضمیر سنور جاتا ہے۔

اس آسمانی ضابطۂ اخلاق سے جو تمدن پیدا ہوتا اور جو تہذیب انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ پھیلتی ہے۔ وہ انسانوں کو قانون سازی کا حق نہیں دیتی اس لئے معاصی و منکرات وغیرہ فواحش اور جرائم آفریں اعمال اس کے دستور میں ہمیشہ ہمیشہ ممنوع ہوں گے۔ وحی اور رسالت کا دیا ہوا قانون صاحب وحی والکتاب کی طرح محترم ہوتا ہے اس میں ادنیٰ تغیر و تبدل کا کوئی مجاز نہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام نے انسانیت کو اتنا اونچا اٹھایا ہے۔ کہ وہ روئے زمین میں خدا کا صحیح بندہ بن کر اس کے دربار سے شہداء فی الارض کے منصب جلیل پر فائز ہوا کرتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ جو گروہ اور جماعت مذکورہ بالا اوصاف کے تحت انبیاء علیہم السلام کے نظریہ پر کام کرے گی تو وہی سوسائٹی کے اندر عفت و طہارت امانت و دیانت، تہذیب و حیا وغیرہ اوصاف انسانیت کو انتہائی عروج اور بلندی دے سکتی ہے۔ لہذا اس دستور کے ذریعہ جو تمدن پیدا ہوگا۔ وہی انبیاء علیہم السلام کے مشن کو پورا کرے گا۔

انبیاء علیہم السلام جس قانون کے مبلغ اور منار ہوتے ہیں۔ وہ انسانوں کی کثرت رائے کے محتاج نہیں ہوتے اور نہ انسانوں کو یہ حق دیتے ہیں کہ کوئی ان کے فیصلہ اور ان کے دستور میں دراندازی کرے یا ان کے فیصلہ کی کہیں اور جگہ اپیل ہو سکے۔ کیونکہ رسول کا ہر علم قطعی ہوتا ہے۔ احتمال اور شک کی وہاں رسائی نہیں اور نہ وہم وگمان کو وہاں باریابی حاصل ہے۔ رسول کی ذات کفر اور ایمان کا محور و مرکز ہوا کرتی ہے۔ اس کی اطاعت عین اطاعت خداوندی اور اس کے فیصلہ پر رضامندی شرط ایمان ہونا عقائد و ایمانیات کا مسلمہ مسئلہ ہے اتنا ہی نہیں بلکہ قرآن حکیم نے انبیاء علیہم کی بارگاہ سے کسی امتی کا بلا اجازت چلے آنا معمولی بات بھی ایمان کے حدود میں داخل ہوا کرتی ہے۔ اس کی زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب ہوتی ہے۔ وہ کسی قومی خدمت کی بنا پر نہ تو رسول و نبی ہوتا ہے۔ اور نہ اس کو قوم منتخب کرتی ہے۔ بلکہ ان کا انتخاب اور چناؤ ملاء اعلیٰ میں حملۃ العرش کی خاص نگرانی میں دست قدرت سے ہوا کرتا ہے ظاہر ہے۔ جو گروہ اور جماعت اس طرح تربیت خداوندی کے تحت اٹھے گی وہی انسانوں کے مبدء اور معاد کی ذمہ داری ہوگی۔ اور ان کے ہر گوشۂ حیات سے اس کا تعلق ہوگا۔

پس مذکورہ بالا آئینہ میں حضرات انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذرا سی تصویر سے آپ خود فیصلہ کریں گے۔ کہ آج کی دنیا میں جو الفاظ ہماری زبانوں پر مجدد، مصلح، انقلابی اور لیڈر وغیرہ کے چڑھے ہوئے ہیں۔ اُن میں کتنا فرق اور کس درجہ بُعد المشرقین ہے۔ مجدد اور مصلح کا راستہ ضرور اعتدال اور افراط و تفریط سے دور ہوا کرتا ہے۔ بلکہ مجددین حضرات کا فریضہ صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعت اور ان کی تعلیمات میں جو بدعات اور محدثات نے سوسائٹی اور گروہ کی صورت پیدا کرلی ہے۔ اور مختلف عقائد و افکار ایسے ایجاد بندہ ہوگئے ہیں۔ کہ جن کا آسمانی تعلیمات سے دور و قریب کا کوئی رشتہ نہیں ان کو دور کرکے دین کو پھر از سر نو زندہ کر دیں یہ مصلحین امت اور مجددین ملت کے مسیحا نفسی سے

بقیہ:- ماں کی ناراضگی

بچوں کا صفحہ- صـ ۱۹ سے آگے

جس کو میں سلسلہ وار پیش کر رہی ہوں۔

(۱) لڑکا نیک خصلت اور پابند شریعت ہے۔ (۲) بہت شریف اور پاک دامن ہے (۳) پانچوں وقت نماز باجماعت ادا کرتا ہے (۴) ہمیشہ ماہ رمضان المبارک کے روزے پابندی کے ساتھ رکھتا ہے، اس کے علاوہ نفلی روزے بھی اکثر رکھتا ہے۔ (۵) وہ اپنی حیثیت کے مطابق غریبوں، محتاجوں اور یتیموں پر بھی صرف کرتا ہے۔ (۶) اپنے ہمسایوں اور پڑوسیوں سے بہت محبت و اخلاق سے پیش آتا ہے (۷) مسافر اور پردیسیوں کو دیکھ کر ایسا خوش ہوتا ہے جیسے بھائی اپنے بھائی کو دیکھ کر۔ (۸) غرور و تکبّر، جھوٹ و غیبت سے ہمیشہ دور ہی رہتا ہے (۹) قرآن مجید کے احکام پر پوری طرح سے کاربند ہے اور آپ کے فرمان کا قائل بھی۔ یہ کہہ کر ان کی آواز جیسے گلوگیر ہو کر رہ گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں ناراض رکھتے ہیں؟ ام علقمہؓ نے کہا (۱۰) ہاں حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ اپنی بیوی کو خوش رکھنے کی وجہ سے میرے کہنے کی اکثر مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ اور میری ناراضگی کی اُس کو کوئی پرواہ نہیں۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ آپ پر یہ راز منکشف ہو چکا تھا کہ وہ ماں کے نافرمان ہیں اور اسی وجہ سے یہ تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے اس پر ایک شدید وعید سنائی۔ سارا مجمع حیرت سے انگشت بدنداں تھا۔ یہ وعید سن کر اُمّ علقمہؓ بے تاب ہو گئیں اور اشکبار ہو کر کہا۔ حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بیٹے نے کیا قصور کیا ہے جو اتنی وعید سنا رہے ہیں۔

بھلا ماں کی محبت کب گوارا کرتی کہ اُن کا بیمار بیٹا اس شدید وعید کا مستحق بنے چاہے کتنا ہی نافرمان کیوں نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مضطرب و سراسیمہ دیکھا تو فرمایا اے ضعیفہ (اس شدید وعید سے بچنے کی ایک شکل یہ ہو سکتی ہے کہ) تم اُن کو معاف کر دو۔ ورنہ معاف نہ کرنے کی صورت میں تم اس (وعید) کو کسی طرح نہیں روک سکتیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں اُن پر نازل نہیں ہوتی ہیں جو اپنی ماؤں کو ناراض رکھتے ہوں۔ غرض ام علقمہؓ نے کہا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے بیٹے کی تمام خطائیں اور قصور معاف کرتی ہوں۔ اور خدا سے دعا کرتی ہوں کہ وہ بھی اُن کے قصوروں کو درگذر کرے اور اُن کی حالت پر رحم فرمائے۔

یہ کہہ کر وہ رخصت ہو گئیں کچھ دیر بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ہمراہ حضرت علقمہؓ کی عیادت کو تشریف لے گئے وہاں جا کر آپ نے دیکھا کہ علقمہؓ نہایت منت و انکساری اور عاجزی سے اپنی ماں سے اپنے قصوروں کی معافی کی درخواست کر رہے ہیں اور وہ نہایت شفقت و پیار سے ان کے پاس بیٹھی معاف کر رہی ہیں۔

علقمہؓ کو انہوں نے بتایا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے پاس آئے ہیں۔ علقمہؓ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ غرض علقمہؓ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو ہی چکا تھا۔ کچھ دیر بعد پیکرِ اخلاق اور فیوض و برکات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے ان کی تجہیز و تکفین کی اور نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کو دفن کرنے کے بعد آپ نے لوگوں کو اپنے والدین کی خدمت و اطاعت کرنے کی تلقین فرمائی اور ناراض رکھنے کی حالت میں آتش دوزخ سے ڈرایا۔

اس واقعہ سے سب کو عبرت و نصیحت حاصل کرنا چاہیئے۔ حضرت علقمہؓ کو اعمال صالحہ کے باوجود صرف ایک فرض کی حق تلفی کرنے سے کن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ قرآن حکیم اور حدیث شریف میں والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کی تاکید ہے۔ اور نافرمانی کی صورت میں ایک خوفناک اور دردناک عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ حکم ہوتا ہے۔

"اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے پروردگار نے قطعی حکم دے دیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور والدین میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بوڑھے ہو جائیں تو ان کے سامنے "ہاں سے ہوں" تک بھی نہ کرنا اور نہ انہیں جھڑکنا۔ اور ان سے کچھ کہنا ہو تو ادب کے ساتھ کہنا اور محبت کے ساتھ خاکساری کا پہلو ان کے سامنے جھکائے رکھنا اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ "اے پروردگار جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے پن میں پالا اسی طرح تو ان پر بھی رحم فرما"

یہ ہے ہمارے والدین کا درجہ، ان کے سامنے کتنی عزت و تکریم ملحوظ رکھتے ہوئے پیش آنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی رضامندی باپ کی رضامندی ہے اور خدا کی ناخوشی باپ کی ناخوشی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سننے کے بعد کہ خدا کی خوشی اور خدا کی ناراضگی باپ کی خوشی اور ناراضگی میں ہے تو اب کوئی اور درجہ بزرگی کا باقی نہیں رہتا۔ جو ماں باپ کو دیا جا سکے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ فی الحقیقت ایسی ہی قدر و تعظیم کے مستحق بھی ہیں۔

بچوں کا صفحہ

ماںؓ کی ناراضگی

ایک سبق آموز واقعہ

طاہرہ بیگم پروین قائم گنج

خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوّت کا واقعہ ہے جب کہ کثیر تعداد میں لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور مذہب اسلام کی پرضیا کرنیں تقریباً چاروں اطراف میں پھیل چکی تھیں، جس نے ظلم و ضلالت کا دامن چاک چاک کر دیا تھا اُسی زمانے کا یہ واقعہ ہے۔

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ کہ یکایک صحابی حضرت علقمہؓ کا تذکرہ زیر گفتگو آیا جو کہ ان دنوں سخت علیل تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مَیں نے کئی روز سے علقمہ کو نہیں دیکھا" حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ کہ "وہ تو بہت بیمار ہیں اور نزع کا عالم طاری ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو علقمہؓ کی حالت معلوم کرنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا اس نے واپس آ کر بتایا کہ حالت نہایت نازک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خادم کو بھیجا اور فرمایا کہ "اُمّ علقمہؓ سے کہنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سلام کہا ہے اور بلایا ہے۔ اگر وہ اپنی ضعیفی کی وجہ سے معذور ہوں، تو مَیں خود ان کے پاس جاؤنگا"۔

جب خادمِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُمِّ علقمہؓ کو آپ کا پیغام سنایا تو وہ کہنے لگیں مَیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتی۔ مَیں ابھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہوں —" کچھ دیر بعد اُمِّ علقمہؓ آئیں۔ آپ نے فرمایا آرام کر لو۔ کچھ دیر کے بعد آپ یوں مخاطب ہوئے:۔

"اے ضعیفہ! تمہارے بیٹے کی کیا حالت ہے؟" ام علقمہؓ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں اور دستِ حسرت مل کر کہنے لگیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کی حالت بڑی پریشانی کی ہے آپ نے فرمایا۔ تم اُن کے اخلاق و عادات کے بارے میں سچ سچ بتانا کیسے ہیں؟ حاضرین پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ سب کے دماغ متحیّر تھے کہ اُمِّ علقمہؓ کے لبوں کو جنبش ہوئی اور بیٹے کے اخلاق گنوانا شروع کئے

(باقی ص۱۸ پر)

بیٹے کو نصیحت

حافظ دھام پوری

اے مرے فرزند قائم کر نماز　　ہے یہی حکم خدائے بے نیاز
پیکرِ حق و صداقت بن کر رہ　　جھوٹ بات اپنی زباں سے تُو نہ کہہ
دیکھ اِمت ٹھہرا شریک اللہ کا　　ساتھ ہرگز تُو نہ دے گمراہ کا
اور نہ کر غیبت کسی انسان کی　　کر حفاظت دولتِ ایمان کی
کر مریضوں کی عیادت اے پسر　　اور کمزوروں کی خدمت اے پسر
خستہ حالوں کی مدد بھی کر ضرور　　تاکہ راضی تجھ سے ہو ربِّ غفور
بُغض و کینہ سے، حسد سے دُور رہ　　بیٹھ تُو نیکوں میں بَد سے دُور رہ
ابنِ آدمؑ کو بُری باتوں پہ ٹوک　　اہلِ عالم کو بُرے کاموں سے روک
راہِ حق پر نوعِ انساں کو بُلا　　صِدق کا پیغام دنیا کو سُنا

کام وہ کر جس سے راضی ہو خدا
نعمتِ عظمیٰ ہے اللہ کی رضا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

کیلنڈر

۱۹۶۲ عیسوی — ۱۳۸۱-۸۲ ہجری

ایام	جنوری (رجب)				(شعبان)	فروری (شعبان)				(رمضان)	مارچ (رمضان)				(شوال)	اپریل (شوال)				(ذیقعد)
اتوار	★	7 ۲۹	14 ۶	21 ۱۳	28 ۲۰	★	4 ۲۷	11 ۵	18 ۱۲	25 ۱۹	★	4 ۲۶	11 ۴	18 ۱۱	25 ۱۸	1 ۲۵	8 ۲	15 ۹	22 ۱۶	29 ۲۳
پیر	1 ۲۳	8 ۳۰	15 ۷	22 ۱۴	29 ۲۱	★	5 ۲۸	12 ۶	19 ۱۳	26 ۲۰	★	5 ۲۷	12 ۵	19 ۱۲	26 ۱۹	2 ۲۶	9 ۳	16 ۱۰	23 ۱۷	30 ۲۴
منگل	2 ۲۴	9 شعبان	16 ۸	23 ۱۵	30 ۲۲	★	6 ۲۹	13 ۷	20 ۱۴	27 ۲۱	★	6 ۲۸	13 ۶	20 ۱۳	27 ۲۰	3 ۲۷	10 ۴	17 ۱۱	24 ۱۸	★
بدھ	3 ۲۵	10 ۲	17 ۹	24 ۱۶	31 ۲۳	★	7 رمضان	14 ۸	21 ۱۵	28 ۲۲	★	7 ۲۹	14 ۷	21 ۱۴	28 ۲۱	4 ۲۸	11 ۵	18 ۱۲	25 ۱۹	★
جمعرات	4 ۲۶	11 ۳	18 ۱۰	25 ۱۷	★	1 ۲۴	8 ۲	15 ۹	22 ۱۶	★	1 ۲۳	8 شوال	15 ۸	22 ۱۵	29 ۲۲	5 ۲۹	12 ۶	19 ۱۳	26 ۲۰	★
جمعہ	5 ۲۷	12 ۴	19 ۱۱	26 ۱۸	★	2 ۲۵	9 ۳	16 ۱۰	23 ۱۷	★	2 ۲۴	9 ۲	16 ۹	23 ۱۶	30 ۲۳	6 ۳۰	13 ۷	20 ۱۴	27 ۲۱	★
ہفتہ	6 ۲۸	13 ۵	20 ۱۲	27 ۱۹	★	3 ۲۶	10 ۴	17 ۱۱	24 ۱۸	★	3 ۲۵	10 ۳	17 ۱۰	24 ۱۷	31 ۲۴	7 ذیقعد	14 ۸	21 ۱۵	28 ۲۲	★

ایام	مئی (ذیقعد)				(ذوالحجہ)	جون (ذوالحجہ)				(محرم)	جولائی (محرم)				(صفر)	اگست (ربیع الاول)				(ربیع الاول)
اتوار	★	6 ذوالحجہ	13 ۸	20 ۱۵	27 ۲۲	★	3 ۲۹	10 ۶	17 ۱۳	24 ۲۰	1 ۲۷	8 ۵	15 ۱۲	22 ۱۹	29 ۲۶	★	5 ۳	12 ۱۰	19 ۱۷	26 ۲۴
پیر	★	7 ۲	14 ۹	21 ۱۶	28 ۲۳	★	4 ۳۰	11 ۷	18 ۱۴	25 ۲۱	2 ۲۸	9 ۶	16 ۱۳	23 ۲۰	30 ۲۷	★	6 ۴	13 ۱۱	20 ۱۸	27 ۲۵
منگل	1 ۲۵	8 ۳	15 ۱۰	22 ۱۷	29 ۲۴	★	5 محرم	12 ۸	19 ۱۵	26 ۲۲	3 ۲۹	10 ۷	17 ۱۴	24 ۲۱	31 ۲۸	★	7 ۵	14 ۱۲	21 ۱۹	28 ۲۶
بدھ	2 ۲۶	9 ۴	16 ۱۱	23 ۱۸	30 ۲۵	★	6 ۲	13 ۹	20 ۱۶	27 ۲۳	4 صفر	11 ۸	18 ۱۵	25 ۲۲	★	1 ۲۹	8 ۶	15 ۱۳	22 ۲۰	29 ۲۷
جمعرات	3 ۲۷	10 ۵	17 ۱۲	24 ۱۹	31 ۲۶	★	7 ۳	14 ۱۰	21 ۱۷	28 ۲۴	5 ۲	12 ۹	19 ۱۶	26 ۲۳	★	2 ۳۰	9 ۷	16 ۱۴	23 ۲۱	30 ۲۸
جمعہ	4 ۲۸	11 ۶	18 ۱۳	25 ۲۰	★	1 ۲۷	8 ۴	15 ۱۱	22 ۱۸	29 ۲۵	6 ۳	13 ۱۰	20 ۱۷	27 ۲۴	★	3 ربیع الاول	10 ۸	17 ۱۵	24 ۲۲	31 ۲۹
ہفتہ	5 ۲۹	12 ۷	19 ۱۴	26 ۲۱	★	2 ۲۸	9 ۵	16 ۱۲	23 ۱۹	30 ۲۶	7 ۳	14 ۱۱	21 ۱۸	28 ۲۵	★	4 ۲	11 ۹	18 ۱۶	25 ۲۳	★

ایام	ستمبر (ربیع الثانی)				(ربیع الثانی)	اکتوبر (جمادی الاول)				(جمادی الثانی)	نومبر (جمادی الثانی)				(رجب)	دسمبر (رجب)				(شعبان)
اتوار	30 ۳	2 ۲	9 ۹	16 ۱۶	23 ۲۳	★	7 ۷	14 ۱۴	21 ۲۱	28 ۲۸	★	4 ۵	11 ۱۲	18 ۱۹	25 ۲۶	30 ۲	2 ۳	9 ۱۱	16 ۱۸	23 ۲۵
پیر	★	3 ۳	10 ۱۰	17 ۱۷	24 ۲۴	1 جمادی الاول	8 ۸	15 ۱۵	22 ۲۲	29 ۲۹	★	5 ۶	12 ۱۳	19 ۲۰	26 ۲۷	31 ۳	3 ۵	10 ۱۲	17 ۱۹	24 ۲۶
منگل	★	4 ۴	11 ۱۱	18 ۱۸	25 ۲۵	2 ۲	9 ۹	16 ۱۶	23 ۲۳	30 ۳۰	★	6 ۷	13 ۱۴	20 ۲۱	27 ۲۸	★	4 ۶	11 ۱۳	18 ۲۰	25 ۲۷
بدھ	★	5 ۵	12 ۱۲	19 ۱۹	26 ۲۶	3 ۳	10 ۱۰	17 ۱۷	24 ۲۴	31 جمادی الثانی	★	7 ۸	14 ۱۵	21 ۲۲	28 ۲۹	★	5 ۷	12 ۱۴	19 ۲۱	26 ۲۸
جمعرات	★	6 ۶	13 ۱۳	20 ۲۰	27 ۲۷	4 ۴	11 ۱۱	18 ۱۸	25 ۲۵	★	1 ۲	8 ۹	15 ۱۶	22 ۲۳	29 رجب	★	6 ۸	13 ۱۵	20 ۲۲	27 ۲۹
جمعہ	★	7 ۷	14 ۱۴	21 ۲۱	28 ۲۸	5 ۵	12 ۱۲	19 ۱۹	26 ۲۶	★	2 ۳	9 ۱۰	16 ۱۷	23 ۲۴	30 ۲	★	[illegible]	[illegible]	21 ۲۳	28 ۳۰
ہفتہ	1 [illegible]	8 ۸	15 ۱۵	22 ۲۲	29 ۲۹	6 ۶	13 ۱۳	20 ۲۰	27 ۲۷	★	3 ۴	10 ۱۱	17 ۱۸	24 ۲۵	★	[illegible]	[illegible]	15 [illegible]	22 ۲۴	29 شعبان

... لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ ...